قرآن کریم
اور
زبان عربی

پروفیسر ابو مسعود حسن علوی

ایک علم دوست شخصیت جنہوں نے لغات قرآن کی تدریس کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیا ہے اور اس میدان میں اب تک سینکڑوں شاگردوں کی تربیت کر چکے ہیں لغات قرآن پر ۱۳ ضخیم جلدوں پر مشتمل کتب بھی تالیف فرما چکے ہیں ۔ آئے دن باہر کے ممالک میں آپ کے علمی لیکچرز ہوتے رہتے ہیں ۔ آج بھی تحقیق و تالیف اور تدریس کا سلسلہ اپنے علمی ادارہ " اسلامی ریسرچ سنٹر " راولپنڈی میں جاری رکھے ہوئے ہیں ۔

ان هذا القرآن یهدی للتی هی اقوم ۔ (الاسراء)

"بے شک یہ قرآن نہایت سیدھے راستے کی طرف راہنمائی کرتا ہے ۔

بعض حضرات کا خیال ہے کہ اس دور میں براہ راست قرآن اور تفسیر کی چنداں ضرورت باقی نہیں رہی اس لیے کہ قرآن و سنت کے تمام احکام اور دین کی تمام باتوں کو اکثر علماء نے اپنی اپنی زبانوں میں مرتب کر دیا ہے ۔ ہم ان کتابوں سے استفادہ کر سکتے ہیں ۔ براہ راست کتاب و سنت کے مطالعہ کا کیا فائدہ لیکن ایسا تصور سراسر غلط ' اجماع امت کے خلاف اور دین اسلام سے انتہائی بے گانگی پر مبنی ہے ۔ قرآن مجید محض چند ایک فقہی مسائل کا نام نہیں ہے یہ ایک ایسی کتاب ہدایت ہے جو انسان کا تزکیہ کر کے سعادتوں کی انتہائی بلندیوں کی طرف اس کی راہنمائی کرتی ہے اور جہالت اور ضلالت کی پستیوں سے نکال کر اسے زمین میں نیابت الٰہی کا حق دار بناتی ہے اور یہ چیز قرآن کے علاوہ

کہیں اور سے حاصل نہیں کی جاسکتی ۔ دنیا کی کوئی عظیم سے عظیم کتاب بھی قرآن کا بدل نہیں بن سکتی ۔

فہم قرآن کی استعداد رکھنے والوں کو اس بات کا علم ہے کہ اس کی ہر آیت اپنے اثرات کے لحاظ سے معجز ہے ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

اللّٰہ نزل احسن الحدیث کتٰباً متشابھاً مثانی تقشعر منہ جلود الذین یخشون ربھم ج ثم تلین جلودھم و قلوبھم الیٰ ذکر اللّٰہ ؕ ذلک ھدی اللّٰہ یھدی بہ من یشاء ؕ و من یضلل اللّٰہ فما لہ من ھاد ۔ (۲۳ - زمر)

" اللہ تعالیٰ نے نہایت عمدہ کلام (قرآن) نازل فرمایا ہے جو ایسی کتاب ہے جو باہم ملتی جلتی ہے ۔ بار بار دہرائی گئی ہے جس سے ان لوگوں کے جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں بدن کانپ اٹھتے ہیں پھر ان کے بدن اور دل نرم اور منقار ہو کے اللہ کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں ۔ "

یہ قرآن اللہ کی ہدایت ہے جیسے چاہتا ہے اس کے ذریعے اسے ہدایت دیتا ہے اور خدا جسے گمراہ کرتا ہے اس کا کوئی ھادی نہیں ۔ اس سے قبل کی آیت میں فرمایا :

افمن شرح اللّٰہ صدرہ للاسلام فھو علی نور من ربہ ؕ فویل للقٰسیۃ قلوبھم من ذکر اللّٰہ ؕ اولٰئک فی ضلٰل مبین ○ ۔ (الزمر - ۲۲)

" سو جس شخص کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لیے کھول دیا ہے اور وہ اپنے پروردگار کے عطا کیے ہوئے نور پر ہے کیا وہ شخص اور اہل قساوت برابر ہیں ۔ سو جن لوگوں کے دل اللہ کے ذکر سے متاثر نہیں ہوتے ان کے لیے بڑی خرابی ہے یہ لوگ کھلی گمراہی میں ہیں ۔ "

قرآن مجید ایسی کتاب معجز ہے جس کے بارے میں سورہ الحشر میں فرمایا :

لو انزلنا ھذا القرآن علی جبل لرایتہ خاشعاً متصدعاً من خشیۃ اللّٰہ ؕ و تلک الامثال نضربھا للناس لعلھم یتفکرون ○ ۔ (۲۱)

"اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو (مخاطب) تو اسے دیکھتا کے خدا کے خوف سے دب جاتا اور پھٹ جاتا اور ان مضامین عجیبہ کو ہم لوگوں کے نفع کے لیے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ سوچیں اور غور فکر سے کام لیں۔"

علماء نے قرآن مجید کی یہ تعریف کی ہے۔ هو النظم و المعنٰی جمیعایعنی قرآن الفاظ اور معانی دونوں کے مجموعہ کا نام ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر معانی قرآن کو الفاظ قرآن کے علاوہ دوسرے الفاظ یا دوسری زبان میں لکھا جائے تو اسے قرآن نہیں کہیں گے۔ اس طرح اگر کوئی شخص مضامین قرآن کو تبدیل شدہ الفاظ میں نماز میں پڑھ لے تو اس کی نماز ادا نہ ہوگی۔

قرآن مجید قیامت تک کے لیے ہر انسان پر اللہ کی طرف سے ایک زبردست حجت ہے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے: و القرآن حجة لک او علیک یعنی یہ قرآن تیرے لیے حجت ہے (بشرطیکہ تو اسے سمجھے اور اس پر عمل پیرا ہو) اور یہی قرآن تیرے خلاف ایک زبردست حجت ہے۔ (بصورت یہ کہ تو اسے سمجھنے کی کوشش نہ کرے اور عمل پیرا نہ ہو۔)

قرآن کا خطاب تمام بنی نوع انسان کے لیے ہے اور وہ ساری کائنات کی ہدایت کے لیے نازل کیا گیا ہے۔ ارشاد ہے: یا ایها الناس اتقوا ربکم اے لوگو اپنے پروردگار سے ڈرو۔ کیا ان قرآنی آیات کے مخاطب ہم لوگ نہیں ہیں؟ کیا ہم میں سے بعض کی قرآن فہمی ہمارے لیے مکتفی ہو سکتی ہے؟ یہ قطعاً غلط اور بیہودہ تصور ہے۔ ہم میں سے ہر انسان کے لیے بقدر وسعت کتاب مقدس کا فہم ضروری ہے۔ اس میں جاہل اور عالم کا کوئی فرق اور امتیاز نہیں۔

قیامت میں اللہ تعالیٰ لوگوں کے اقوال اور ان کے سمجھنے کے بارے میں نہیں پوچھیں گے۔ اللہ تعالیٰ تو صرف اس کتاب کے بارے میں پوچھیں گے جس کو اس نے ہماری رشد و ہدایت کے لیے نازل فرمایا ہے اور سنت رسول اللہؐ کے بارے میں استفسار کریں گے جو اس کتاب ہدایت کی تشریح بیان کرتی ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل
الیھم ولعلھم یتفکرون ○ (النحل - ۴۴)

" اور تیری طرف یہ ذکر (قرآن) نازل کیا گیا تاکہ جو کچھ ان لوگوں کی طرف نازل کیا گیا ہے آپ اسے وضاحت سے بیان کریں تاکہ وہ غور فکر سے کام لینے لگیں ۔ "

اس یقین کے بعد کہ آخرت میں ہم سے یہ سب کچھ ضرور پوچھا جائے گا تو پھر قرآن اور اس کی ہدایت سے ہماری غفلت انتہائی حیرت کا باعث ہے کتنی عظیم غفلت ہے اور کس قدر ہم دھوکے میں مبتلا ہیں ۔

یہ حقیقت ہے کہ بقاء اسلام کا انحصار قرآن کے فہم صحیح پر منحصر ہے اور فہم قرآن لغت عربی کے احیاء کے ساتھ وابستہ ہے ۔ بعض غیر عرب ممالک میں اس کا بقاء علم تفسیر کے علماء کی وجہ سے ہے جو اپنی مساعی سے لوگوں کو قرآن فہمی کی دعوت دیتے ہیں اور مغرب کے ملحدانہ اعتراضات کا جواب دے کر مسلمانوں کو اسلام سے وابستہ رکھنے کی کوشش کرتے ہیں ۔ یہی وجہ ہے کہ عرب اور غیر عرب تمام دنیائے اسلام کے علماء اس بات پر متفق ہیں کہ قرآن و سنت کو سمجھنے کے لیے عربی زبان کا جاننا نہایت ضروری ہے ۔ اسلام میں داخل ہونے کے بعد ہر شخص یہ سمجھتا ہے کہ وہ دنیائے اسلام کے تمام مسلمانوں کے ساتھ اخوت اور بھائی چارے کے رشتہ سے منسلک ہو کر امت مسلمہ کا جزو بن چکا ہے ۔ ملت اسلامیہ ایک ایسی اکائی ہے کہ اس میں عربی ' ترکی ' فارسی ' پاکستانی ' چینی ' ھندی کا کوئی تصور نہیں ۔ قوم و وطن کے تمام موجودہ تصورات غیر اسلامی اور کافرانہ تصورات ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

ان ھذہ امتکم امۃ واحدہ زو انا ربکم فاعبدون ○ (الانبیاء - ۹۲)

" ہماری یہ امت ایک ملت واحدہ ہے اور میں ہی تم سب کا پروردگار ہوں پس میری اطاعت اور عبادت کرو ۔ "

ظاہر ہے کہ وحدت ملی کی تکمیل وحدت انسانی کے بغیر نا ممکن ہے ۔ اس لیے امت مسلمہ کی وحدت کے لیے صرف قرآنی زبان ہی کام دے سکتی ہے ۔ جس کی بدولت متفرق رنگ و نسل ملک و وطن سے تعلق رکھنے والوں کو باہم اخوت و یگانگت کے مسلک سے منسلک کیا گیا تھا ۔ اس لحاظ سے عربی زبان ایک خطہ ' نسل یا قوم کی زبان نہیں ہے بلکہ یہ تمام عالم اسلام کی زبان ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ عربوں سے کہیں زیادہ عجمیوں نے اس زبان کی خدمت انجام دی ہے اس لیے کہ جانتے تھے کہ صرف یہی وہ لغت ہے جس کی بدولت اللہ تعالیٰ نے اسلام کی یہ عظیم نعمت عطا کی ہے ۔

قرآن دنیا کی سب سے پہلی کتاب ہے جس نے وحدت دینی کو اساس قرار دے کر رنگ و نسل اور قومیت کے امتیازات کو مٹایا ہے ۔ قولہ تعالیٰ :

یاایھاالناس انا خلقنٰکم من ذکر و انثٰی و جعلنٰکم شعوباً و قبائل لتعارفوا ؕ ان اکرمکم عند اللّٰہ اتقٰکم ؕ ان اللّٰہ علیم خبیر ○ ۔ (الحجرات ۔ ۱۳)

" اے لوگو ! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں مختلف قوموں اور خاندانوں میں منقسم کیا تاکہ ایک دوسرے کی شناخت کر سکو ۔ اللہ کے نزدیک تم سب سے زیادہ مکرم وہی ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو بے شک اللہ خوب جاننے والا اور پورا باخبر ہے ۔ "

حضرت جابر سے روایت ہے کہ حضورؐ نے خطبہ الوداع میں فرمایا :

یا ایھا الناس الا ان ربکم واحد لا فضل لعربی علی عجمی و لا لعجمی علی عربی و لا لاسود علی احمر و لالاحمر علی اسود الا بالتقوٰی ان اکرمکم عند اللّٰہ اتقٰکم الا ھل بلغت قالو بلٰی یا رسول اللّٰہ قال فلیبلغ الشاھد الغائب ۔

" لوگو ! سنو اور یاد رکھو کہ تمہارا پروردگار ایک ہے ۔ کسی عربی کو عجمی پر اور کسی عجمی کو عربی پر اور نہ کسی سیاہ فام کو گندم گوں پر اور نہ ہی گندم گوں کو اسود پر کوئی فضیلت حاصل ہے ۔ اللہ کے نزدیک

ہمارے زوال اور پستی کا سب سے بڑا سبب قرآنی ہدایات سے اعراض کی وجہ سے ہے اور جب تک قرآن کی طرف پورے طور پر رجوع نہیں کریں گے اس وقت تک اپنی کھوئی ہوئی عظمت اور وقار کو دوبارہ حاصل نہیں کر سکتے۔

طالب قرآن کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے نفس کو فہم قرآن کی طرف متوجہ کرے اور اس سے ہدایت حاصل کرنے کے لیے اپنے آپ کو مکمل طور پر آمادہ کرے۔ ایسا کرنے سے اس پر اسلام کے وہ آداب ظاہر ہونے شروع ہو جائیں گے جن کی طرف حضورؐ نے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ادبنی ربی فاحسن تادیبی اور وہ ادب جس کی حضورؐ کو تعلیم دی گئی اسلام تھا۔ سعد بن ہشامؓ نے حضرت عائشہؓ سے رسولؐ کے خلق کے بارے میں پوچھا۔ حضرت عائشہ نے فرمایا کیا تو قرآن نہیں پڑھا کرتا۔ سعد نے کہاں ہاں قرآن پڑھتا ہوں تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا: فان خلق نبی اللّٰہ کان القرآن قرآن ہی تو حضور ﷺ کا خلق تھا۔ آج بھی قرآن کی مکمل معرفت رکھنے والا انسان دور حاضر کے مسلمانوں کے امراض (ان میں پھیلی ہوئی بدعات اور فرقے جن سے ان کی پوری شیرازہ بندی منتشر ہو چکی ہے) کا علاج قرآنی معرفت کی روشنی میں کر سکتا ہے۔

جس شخص کے دل میں اللہ تعالیٰ تلاوت قرآن کا ذوق بھر دیتا ہے تو پھر وہ قرآن کو چھوڑ کر کسی اور چیز کی طرف متوجہ نہیں ہو سکتا سوائے ان چیزوں کے جو فہم قرآن میں اس کی مددگار ہوں۔ اس کے علاوہ تمام امور قرآن سے دوری کا باعث ہیں اور قرآن سے بعد اللہ تعالیٰ سے بعد ہے۔ فذالک ھو الضلال المبین اور یہی سب سے بڑی گمراہی ہے۔ قرآن سے موعظت حاصل کرنے، نفس کو اس کے وعدوں پر مطمئن کرنے اور اس کے وعید سے ڈرنے کے لیے اس کے معانی اور اچھوتے اسلوب بیان کا جاننا ضروری ہے اور اس کے عربی زبان کا حصول لازم ہے۔ جس قدر عربی زبان میں وسعت حاصل ہوگی اس قدر قرآن کی فصاحت و بلاغت اور اعجاز اس پر روشن ہونے لگیں گے وہ تعجب سے کہے گا اے میرے رب! آپ نے مجھے اندھا کر کے کیوں اٹھایا حالانکہ

میں تو دنیا میں آنکھوں والا تھا۔ ارشاد ہوگا: ایسا ہی تمہارے پاس ہمارے احکام پہنچے تھے پھر تو نے ان کا کچھ خیال نہ کیا اور ایسا ہی آج تیرا کچھ خیال نہ کیا جائے گا۔ اس کی تشریح کے سلسلے میں ایک مثال پیش کرتے ہیں کہ " ایک آقاء نے اپنے خدام کو ایک باغ سپرد کیا اور اس کی اصلاح تعمیر کے لیے انہیں ایک تحریری ہدایت نامہ دیا کہ اس کے مطابق باغ کی اصلاح و تعمیر سے کام لینا۔ آقا نے حسن کارکردگی پر ان سے انعام و اکرام کا وعدہ کیا اور لاپرواہی اور غفلت سے کام لینے پر سخت سزا کی دھمکی بھی دی۔ ان خدام نے اس ہدایت نامہ کی نہایت تعظیم کی اسے بار بار پڑھا بھی لیکن اس کی کسی بات پر عمل نہ کیا اور غفلت سے باغ کی اصلاح و تعمیر کی بجائے اسے ویران و برباد کر دیا۔ اس ہدایت نامہ کی رسمی تعظیم ' اسے بار بار پڑھنے نے انہیں کچھ فائدہ نہ پہنچایا سوائے اس کے کہ اس کی خلاف ورزی پر انہوں نے اپنے آپ کو مستوجب سزا ٹھہرا لیا۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے بارے میں فرمایا:

الذین آتینٰھم الکتٰب یتلونہ حق تلاوتہ ط اولئک یومنون بہ ط و من یکفر بہ فاولئک ھم الخسرون ○ (البقرہ - ۱۲۱)

" جن لوگوں کو ہم نے کتاب عطا کی وہ غور و تدبر کے ساتھ اس کی تلاوت کرتے ہیں اور وہی اہل ایمان ہیں اور جنہوں نے انکار کیا وہی خسارہ پانے والے ہیں۔ "

" حق تلاوت " کا مطلب تدبر و فہم کے ساتھ تلاوت کرنا ہے لیکن بعض لوگ تدبر و فہم سے کام نہیں لیتے اور محض تلاوت کی خاطر تلاوت کرتے ہیں۔ ان کی مثال کمثل الحمار بحمل اسفاراً اس گدھے جیسی ہے جو بھاری کتابوں کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہے۔ اس طرح کی تلاوت سے اس نے کتاب ہدایت سے کوئی حظ حاصل نہ کیا اور نہ ہی اس کے اسرار کو سمجھا اور نہ ہی اس کی ہدایت سے معرفت حاصل کی۔

خالی الفاظ کی قرائت ہدایت کا فائدہ عطا نہیں کر سکتی۔ فہم و تدبر سے مراد کتاب ہدایت پر ایمان و

تیقن ہے اور اس بات کو ذہن نشین کرنا ہے کہ کتاب مقدس کا خطاب اس کے لیے ہے تاکہ وہ اس سے رشد و ہدایت حاصل کرلے لیکن جاہل مقلدین کتاب اللہ سے ہدایت حاصل کرنے کے بجائے اپنے خود ساختہ بزرگوں اور پیشواؤں کی اندھی تقلید پر عمل پیرا رہتے ہیں۔ ارشاد ہے:

کتٰب انزلنٰه الیک مبٰرک لیدبروا آیته و لیتذکر اولوا الالباب ○ (ص - ۲۹)

"یہ بابرکت کتاب جسے ہم نے آپ پر اس واسطے نازل کیا ہے تاکہ لوگ اس کی آیات میں غور کریں اور اہل عقل و شعور اس سے نصیحت حاصل کریں۔"

اسی طرح قرآن مجید کی بے شمار آیات میں غور و تدبر کی دعوت دی گئی ہے۔ اس دعوت سے اعراض اور قرآن فہمی سے روگردانی بہت بڑی جسارت ہے جو ناقابل معافی ہے۔

تدریس قرآن کے دوران کسی نے مفتی محمد عبدہ مصری سے سوال کیا کہ علماء تو تلاوت قرآن کو عبادت قرار دیتے ہیں؟ آپ نے کہا: ہاں لیکن علماء نے یہ کبھی نہیں کہا کہ یہ محض تلاوت کے لیے نازل کیا گیا ہے اور وہ یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جس نے خود قرآن نازل فرمایا ہے فرماتے ہیں:

لیدبرو آیته و لیتذکر اولوا الالباب۔ (ص - ۲۹)

"تاکہ لوگ اس کی آیات میں غور و خوض کریں اور اہل عقل و فہم اس سے عبرت حاصل کریں۔"

قرآن و سنت دونوں اکثر مقامات پر صریح طور پر اس کی مخالفت کرتے ہیں جبکہ اس کے یہ معنی لیے جائیں کہ اللہ تعالیٰ تدبر و تذکر کے بغیر خالی قرات کا مطالبہ کرتے ہیں۔ ایک حدیث میں رسولؐ نے بعد میں آنے والے لوگوں کے حالات بیان کرتے ہوئے فرمایا:

قوم یاتون بعده یقرؤن القرآن لا یجاوز ترقیهم و قد سماهم شرار الخلق

"فرمایا میرے بعد ایسے لوگ آئیں گے کہ وہ قرآن پڑھیں گے لیکن قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ آپؐ نے ان لوگوں کو شرور الخلق قرار دیا ہے۔ ان اشرار نے قرآن کو محض خوش الحانی سے پڑھ لینا ہی سب کچھ سمجھ رکھا ہے۔"

جب ان سے فہم تدبر کا مطالبہ کیا جاتا ہے تو وہ اسے اپنے وقار اور عزت کے خلاف تصور کرتے ہیں اور الٹا حجت بازی سے کام لیتے ہوئے کہتے ہیں کہ فلاں عالم کی یہ رائے ہے اور فلاں بزرگ یہ کہتے ہیں حالانکہ اللہ اور اس کے رسول ؐ کی تصریحات کے بعد کسی انسان کا حوالہ پیش کرنا بہت بڑی جسارت ہے۔

افلم یدبروا القول ام جاء ھم ما لم یات اباء ھم الاولین ○

ام لم یعرفوا رسولھم فھم لہ منکرون۔ (مومنون۔ ۶۸ ' ۶۹)

" تو ان لوگوں نے اس کلام الہی میں غور نہیں کیا یا ان کے پاس ایسی چیز آئی ہے جو ان کے پہلے بڑوں کے پاس نہیں آئی تھی یا یہ لوگ اپنے رسول سے واقف نہ تھے اس وجہ سے ان کے منکر ہیں " اس بارے میں مفتی محمد عبدہ نے ایک مثال پیش کی ہے کہ اگر کوئی آدمی کسی دوسرے شخص کو خط بھیجتا ہے وہ شخص جلدی جلدی اس خط کو بغیر مطالب سمجھے پڑھ ڈالتا ہے یا نہایت ترنم اور خوش الحانی سے اسے گانے لگتا ہے لیکن نہ تو اس خط کے مفہوم کی طرف توجہ دیتا ہے اور نہ ہی مطلوبہ امور کا جواب دینے کی تکلیف برداشت کرتا ہے ' الٹا قاصد سے یا دوسروں سے پوچھتا ہے کہ خط لکھنے والے نے کیا لکھا ہے اور وہ کیا چاہتا ہے کیا اس کی اس حرکت سے خط بھیجنے والا اس سے راضی اور خوش ہوگا یا اسے اپنے خط کے ساتھ ایک مذاق اور تمسخر خیال کرے گا۔ اگرچہ حق کو مخلوق پر قیاس نہیں کیا جاسکتا لیکن مثال واضح ہے کہ کتاب مقدس محض ورق گردانی کے لئے نازل نہیں کی گئی بلکہ کتاب نازل کرنے والے کے مطالب کو سمجھنے اور ان پر عمل پیرا ہونے کے لیے بھیجی گئی ہے۔ شاعر مشرق علامہ اقبال مرحوم نے مسلمانوں کی اس حالت کو دیکھ کر کہا تھا " اس وقت قرآن مجید دنیا میں سب سے زیادہ مظلوم کتاب ہے۔ بہت زیادہ پڑھی جاتی ہے اور بہت کم سمجھی جاتی ہے۔ "

قرآن مجید سے بیگانگی کے سلسلے میں فرماتے ہیں:

به بند صوفی و ملا اسیری حیات از حکمت قرآن نگیری

به آیاتش ترا کارے جز این است   که پیش او بآسانی بمیری

علامہ مرحوم مسلمانوں کو تلقین کرتے ہیں:

ز قرآن پیش خود آئینہ آویز   دگر گون گشتہ ای از خویش بگریز

مفکر اسلام اقبال نے نہایت واضح الفاظ میں بتایا تھا:

گر تو می خواہی مسلمان زیستن
نیست ممکن جز بقران زیستن

امام غزالی نے احیاء العلوم میں آداب تلاوۃ القرآن کے باب میں اسی قسم کی مثال پیش کرتے ہوئے لکھا ہے "" ایک بے عمل اور گناہ گار انسان کی مثال جس نے قرآن کی تلاوت کی لیکن اسے سمجھنے کی کوشش نہ کی اپنے کسی ملازم کی طرف بادشاہ کے حکم نامہ کی مانند ہے کہ اس ملازم نے اسے ہر روز کئی بار دھرایا لیکن اس کے مفہوم کو سمجھ کر اس پر عمل پیرا نہ ہوا اور نہ ہی بادشاہ کی ہدایات اور احکامات کو خاطر میں لایا۔ ظاہر ہے کہ ان احکام و ہدایات کو محض دوھرا لینے سے وہ بادشاہ کی ناراضگی سے اپنے آپ کو بچا نہیں سکتا۔"

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے قرآن پڑھا پھر اسے بند کرکے معلق کر دیا نہ اس کی تلاوت کی پابندی کی نہ اس کے احکام میں غور کیا قیامت کے دن قرآن اس کے گلے میں پڑا ہوا ہوگا اور اللہ کی بارگاہ میں شکایت کرے گا کہ آپ کے اس بندہ نے مجھے چھوڑ دیا تھا اب آپ میرے اور اس کے درمیان فیصلہ فرمائیں۔

سورۃ الفرقان کی یہ آیت کریمہ:

وقال الرسول یٰرب ان قوم اتخذوا ھذا القرآن مھجوراO

"میرے پروردگار میری قوم نے اس قرآن کو بالکل پس پشت ڈال دیا تھا" اسی مضمون پر دلالت کرتی ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ نہ تو ہم قرآن کو سمجھتے ہیں اور نہ ہی اس میں تدبر و تفکر سے کام لیتے

ہیں ۔ ہمارا آج کا یہ دور قبل از اسلام کے دور جاہلیت سے کسی صورت بھی مختلف نہیں بلکہ حق سے روگردانی اور خواہشات نفس کی پیروی کا نام ہی جاہلیت ہے آج اس لحاظ سے تقریباً پوری دنیا خواہشات نفس کی پیروی کر رہی ہے ۔ قرآنی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر ہم اس ضلالت سے اپنے آپ کو بچا سکتے ہیں ۔

صدر اول کے علماء نے جب لوگوں کے دلوں میں قرآن کے حیرت انگیز اثرات کو دیکھا اور معلوم کیا کہ قرآن کے بغیر اسلام کا تحفظ ناممکن ہے تو سب نے بالاتفاق عربی زبان کی تعلیم و تربیت کو واجب قرار دیا اور اس کی ترویج و اشاعت کے لیے پیش بہا خدمات انجام دیں ۔ ادب ' لغت ' صرف و نحو ' فصاحت و بلاغت اور زبان دانی پر ہزارھا کتب مرتب کیں اس لیے کہ امت کی حیات اس کی لغت کی حیات سے وابستہ ہے اور امت مسلمہ کی لغت صرف عربی زبان ہے ۔ خود برصغیر پاک و ہند میں لغت القرآن کے ساتھ مسلمانوں کی شیفتگی اور وابستگی غیر ملکی اقتدار کے دوران میں اور اس کے بعد قائم رہی ۔ البتہ گزشتہ کئی سالوں سے اس لغت سے بے اعتنائی پیدا ہو چکی ہے ۔ مغلیہ دور تک برصغیر میں عربی زبان کو مقبولیت حاصل رہی ۔ آخری مغل بادشاہ اورنگزیب عالمگیر جو ایک راسخ العقیدہ اور پابند شرع بادشاہ تھا اپنے وصیت نامہ میں لکھتا ہے : " ہم میں سے سعادت مند صرف وہ ہے جو عربی زبان اور اس کے صرف و نحو اور ادبیات سے مناسبت پیدا کرے اور قرآن و حدیث کو براہ راست سمجھے ۔ فارسی اور ھندی کتب شعر و شاعری اور علم معقول سے صرف نظر کرے ۔ بادشاہوں تاریخی حالات اور صحابہ کرام کے باہمی مشاجرات کے درپے ہونا محض ضلالت اور گمراہی ہے ۔

قرآن حکیم کا اسلوب ' انداز بیان اور استدلال انسانی مروجہ اسلوب ' انداز بیان اور استدلالی طور طریقوں سے بالکل مختلف ہے قرآن کا اسلوب اور انداز بیان بالکل فطری اور معجز ہے اور وہ انسانی وضعی اور صناعی اطوار سے بالکل مختلف اور جداگانہ ہے ۔ قرآن فطری طور پر بنی نوع انسان کو ہدایت کی تعلیم دیتا ہے اور سلیم الفطرت انسان کے دل میں اس کی بات گھر کر لیتی ہے ۔ وہ براہ راست انسانی

ضمیر کو بیدار کر کے اسے حقائق کی طرف متوجہ کرتا ہے۔

قرآن تیئس برس میں بتدریج نازل ہوا۔ جب کوئی آیت یا سورہ نازل ہوتی حضور ﷺ صحابہ کرام کے سامنے سناتے صحابہ کرام اسے حفظ کر لیتے۔ حضورؐ تلاوت آیات کے ساتھ ان کے مطالب کی بھی تشریح کرتے۔ صحابہ کرام اور تابعین کے زمانے تک قرآن فہمی میں کسی قسم کی دشواری نہ پیدا ہوئی بعد کے ادوار میں فلسفہ اور اسرائیلیات کی آمیزش اور بے جا موشگافیوں نے فہم قرآن میں پیچیدگی پیدا کر دی تاہم قرآن فہمی کا اصل مذاق مسلمان قوم میں زندہ رہا۔ امام فخر الدین رازی جو اپنی فلسفیانہ کاوشوں کے لیے مشہور زمانہ ہیں اپنی زندگی کی آخری تصنیف میں لکھتے ہیں "میں نے علم کلام اور فلسفہ کے تمام طور طریقوں کو خوب دیکھا بھالا لیکن آخر کار معلوم ہوا کہ ان میں نہ تو کسی بیمار دل کے لیے شفاء ہے اور نہ کسی پیاسے کے لیے سیرابی۔ سب سے بہتر اور حقیقت سے نزدیک تر راہ وہی ہے یعنی قرآن کی راہ ہے۔ اثبات صفات میں پڑھو الرحمٰن علی العرش استوٰی" اور نفی میں "لیس کمثله شیئی یعنی اثبات و نفی ہر دو کا دامن تھامے رہو اور جس کسی کو میری طرح اس معاملے کے تجربے کا موقعہ ملا ہوگا اسے میری طرح یہ حقیقت معلوم ہو گئی ہوگی۔"

قرآن مجید سے ہدایت حاصل کرنے والے ہر شخص کے لئے ضروری ہے کہ وہ آیات میں غور و تدبر کرے اور فہم کے بعد اس پر عمل کرے۔ عربی زبان کی معمولی سی استعداد رکھنے والا بھی قرآن سے استفادہ کر سکتا ہے اور اگر کوئی شخص ان پڑھ یا عربی زبان سے بالکل ناآشنا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ کسی عالم سے قرآن سنے اور اس کے مطالب کو سمجھے اسلام لانے کے بعد اس کتاب ہدایت سے بے خبری اور لاعلمی کا اللہ تعالیٰ کے حضور میں کوئی جواز نہیں ہے۔

☆ ○ ☆